محمد جعفر شاہ پھلواروی

سُود خواری کی قسمیں

(حدیث کی روشنی میں)

چھوٹے چھوٹے اور محدود معاملات و عادات کو رائج کرنا یا ختم کرنا زیادہ دشوار نہیں لیکن مال کا معاملہ دلوں میں کچھ ایسا پیوست ہوتا ہے کہ اُسے اکھاڑنے کے لئے ایک تو ذہنی تبدیلی اور محکم اخلاقی بلندی پیدا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسرے یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ ایک ہمہ گیر اور بیخ گرفتہ نظام کو بدلنے سے جو نقصان دکھائی دیتا ہو اس کی تلافی کا سامان بھی پیدا کر دیا جائے جو اس کا بدل الکل ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے بڑے گہرے غور و فکر کی اور انتہائی محتاط قدم اُٹھانے کی ضرورت ہوگی۔ اس پیچیدگی کو محض ایک مفتی حل نہیں کر سکتا۔ اسے وہ مرد مومن حل کر سکتا ہے جو ایک طرف تو اپنی روح کی گہرائیوں میں اسلامی اقدار کو جذب کئے ہوئے ہو اور دوسری طرف اقتصادیات و معاشیات کے فن پر عبور کامل رکھتا ہو اور دنیا کے نظامِ معاش، نظامِ تجارت اور رائج الوقت اصولِ مبادلہ پر گہری نگاہ رکھتا ہو۔

مسئلہ ربا (سود) کی نزاکت کا اندازہ سیدنا عمرؓ کے اس جملے سے کیجئے:

..... ثلث وددت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان عھد الینا فیھن عھدا ننتھی الیہ، الجد والکلالۃ وابواب من ابواب الربوا۔ (للسنۃ الا مالکا)

تین باتیں ہیں جن کے متعلق مجھے تمنا ہوتی ہے کہ کاش حضورؐ ان کے متعلق واضح اور آخری احکام بتا جاتے۔ ایک دادا کا ترکہ، دوسری کلالہ کا حصہ اور تیسری سود کی بعض قسمیں۔

یہ جملہ اس شخص کی زبان سے نکلا ہے جس کے ہاتھ میں تقدیرِ امم ہے، جس کے قبضے میں دنیا کی اقتصادی پالیسی ہے اور یہ جملہ اس وقت نکلا ہے جب کہ عہدِ نبوّت کو ابھی چند سال ہی گزرے ہیں اور ایسی حالت میں نکلا ہے جبکہ تمدّن سمٹا ہوا ہے، زندگی سادہ سی ہے، لین دین کا طریقہ سہل ہے، معاملات پیچیدہ نہیں، بینکوں کا تصوّر تک نہیں، مبادلۂ زر میں کوئی دشواری نہیں۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ جب ان حالات میں سیدنا عمرؓ جیسا انسان مسائلِ ربا میں اُلجھن محسوس کرتا ہے تو آج جبکہ ساری دنیا کا نظام اقتصادیات انتہائی پیچیدہ ہے کیوں نہ شدید اُلجھنیں محسوس ہونگی۔

اسلام محض چند خوش آیند اور خیالی تصورات کا نام نہیں بلکہ یہ حقائق سے بحث کرتا ہوا زندگی کے ان ٹھوس مسائل کو حل کرتا ہے جن سے انسان کو نہ انفراداً مفر ہے نہ اجتماعاً۔ اسلام ان تمام راستوں سے آتا ہے جن کا کچھ بھی

تعلق مسائل حیات سے ہے۔ معاشیات کو انسانی زندگی میں غیر معمولی دخل ہے اور معاشیات ہی کے سلسلے میں وہ لین دین بھی آتا ہے جیسے سودی کاروبار کہتے ہیں۔ شاید کسی جرم کے لئے قرآن پاک میں ایسی سخت تہدید نہیں آئی ہے جیسی سود خواری کے لئے وارد ہوئی ہے۔ ارشاد ہے کہ:

فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔

اگر تم اس سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشی اور ساتھ ہی اخلاقی توازن میں سود سے زیادہ اور کوئی شے بگاڑ پیدا کرنے والی نہیں۔ اسلام اسے ساری دنیا سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا چاہتا ہے۔ اس کے باوجود یہ بھی صحیح ہے کہ جہاں یہ نحوست جڑ پکڑے ہوئے ہو وہاں سے اسے یک لخت ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ اس سے دوسری قسم کا ویسا ہی معاشی بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ اسے بھی غلامی کی طرح بتدریج ہی ختم کرنا چاہئے۔ سود خواری ہمیشہ ہی سے بری چیز تھی حتیٰ کہ شریعت موسوی میں بھی یہ ویسی ہی حرام ہے۔ لیکن اس کی حرمت کا حکم ہجرت کے بھی کئی سال بعد نازل ہوا۔ یہ تاخیر بتاتی ہے کہ اسے دفعتہً ختم کرنا مناسب نہ تھا۔ علاوہ ازیں سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ اس کی تحریم اسی وقت مؤثر ہو سکتی ہے جب دنیا کے معاشی نظام کی کنجی اپنے ہاتھ میں آ جائے۔ ساری دنیا میں ایک چیز عالمگیر طور پر رائج ہو تو ایک آدھ چھوٹا معاشرہ خود اپنی سوسائٹی میں بھی اسے ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آج دنیا کے کاروبار ایک دوسرے سے اس طرح گتھے اور جڑے ہوئے ہیں کہ کسی رائج الوقت روش کاروبار کو تنہا ایک قوم یا ایک ملک ختم کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا خصوصاً وہ ملک یا قوم جس کے ہاتھ میں معاشیات کی عالمی پالیسی نہ ہو۔

ربا کا تصور اس حدیث نبوی سے پیدا ہوتا ہے جس میں "والفضل ربوا" (زائد حصہ سود ہے) فرمایا گیا ہے۔ یعنی جتنا دیا جائے اتنا ہی واپس لیا جائے، اگر زائد لیا یا دیا جائے گا تو وہ ربا ہو گا۔ "الفضل ربوا" گویا ایک نہایت مختصر اور جامع تعریف ہے سود کی۔ لیکن زندگی پر اس کا کہاں کہاں اور کس کس شکل سے اثر پڑتا ہے اور کس کس طرح کے شبہات و متشابہات پیدا ہو کر مسئلۂ ربا کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں، ان باتوں کا اندازہ اس سے کیجئے کہ خود عہد رسالت میں اور حضورؐ کے بعد ہی ایسی ایسی صورتیں سامنے آئیں کہ روایات بھی آپس میں ٹکرانے لگیں۔ ظاہر ہے کہ جب سیدنا عمرؓ کو یہ فیصلہ کرنے میں دشواری پیدا ہوئی کہ فلاں فلاں لین دین کو ربا میں شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے تو آج تو اور زیادہ مشکلات پیش آئیں گی، خصوصاً اس لئے کہ جو روایات ربا پر روشنی ڈال سکتی ہیں وہ بظاہر آپس میں متناقض سی معلوم ہوتی ہیں۔

ہم پہلے ان روایات کو یہاں درج کرینگے، اس کے بعد ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے اس قدر مشترک کو دریافت کرنے کی کوشش کرینگے جو نہ فقط ان روایات میں موجود ہے بلکہ اس کی روشنی میں ہم دوسرے پیش آمدہ

صورتِ حال کو حل کرنے میں بھی مدد دے سکتے ہیں۔ ہماری یہ کوشش ایک لحاظ سے ان احادیث مندرجہ کی شرح بھی ہے۔

دو مختلف جنسوں کا مبادلہ بھی دست بہ دست ہونا چاہیئے :

(عمرؓ) قال مالك بن اوس ابن الحدثان من يصطرف الدراهم؟ فقال طلحة بن عبدالله وهو عند عمر ارنا ذهبك ثم ائتنا اذا جاء خادمنا نعطيك ورقك فقال عمر كلا والله لتعطينه ورقه اولتردن اليه ذهبه فان النبى صلى الله عليه وسلم قال الورق بالذهب ربوا الا هاء وهاء والبر بالبر ربوا الا هاء وهاء والشعير بالشعير ربوا الا هاء وهاء والتمر بالتمر ربوا الا هاء وهاء۔ (للستة)

مالک بن اوس بن حدثان نے کہا کہ: اس سونے کو دراہم کے عوض کون لے گا؟ طلحہ بن عبداللہ جو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود تھے، بولے کہ: اپنا سونا ہمیں دکھاؤ، پھر جب ہمارا ملازم آجائے تو تم اپنے دراہم آکر لے جانا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یا تو اسے ابھی دراہم دیدو یا اس کا سونا واپس کرو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مبادلہ چاندی کا سونے سے ہو، یا گندم کا گندم سے، یا جَو کا جَو سے، یا خُرمے کا خُرمے سے یہ سب کا سب ربا ہے، اگر برابر برابر نہ ہو اور دست بدست یعنی ایک ہی مجلس میں نہ ہو۔

سود لینے والا اور دینے والا دونوں یکساں ہیں :

(ابو سعیدؓ) رفعه: الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل يداً بيد فمن زاد او استزاد فقد اربى الآخذ والمعطى فيه سواء۔ (للستة الا ابا داؤد بلفظ مسلم)

مبادلہ سونے کا سونے سے، چاندی کا چاندی سے، گندم کا گندم سے، جَو کا جَو سے، خُرمے کا خُرمے سے، اور نمک کا نمک سے برابر برابر ہونا چاہئے۔ جو زیادہ دے گا یا لے گا وہ سُود ہوگا۔ اس میں لینے والا اور دینے والا دونوں یکساں ہیں۔

ربا صرف ادھار کی صورت میں ہوتا ہے :

(ابن عباسؓ) اخبرنى اسامة بن زيد ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لا ربوا الا فى النسيئة۔

اسامہ بن زید نے مجھ سے یہ حدیثِ رسولؐ بیان کی ہے کہ: ربا ہوتا ہی ہے اُدھار میں (یعنی اگر دست بدست اور نقدا نقد ایک ہی جنس کی چیز کا مبادلہ تفاضل یعنی کمی بیشی سے بھی ہو تو ربا نہیں)

جنس مختلف ہو تو تفاضل ربا نہیں بشرطیکہ نقدا نقد ہو:

(ابن الصامت) رفعه: الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلف هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد۔ (هما لمسلم واصحاب سنن)

مبادلہ سونے کا سونے سے، چاندی کا چاندی سے، گندم کا گندم سے، جَو کا جَو سے، خرمے کا خرمے سے اور نمک کا نمک سے ہونے میں تفاضل اس وقت ناجائز ہے جبکہ دونوں طرف ایک جیسی چیز ہو اور دست بدست ہو۔ اگر دونوں کی صنفیں مختلف ہوں (مثلاً ایک طرف معمولی گندم ہو اور دوسری طرف نفیس گندم) تو جس طرح چاہو معاملہ کر لو بشرطیکہ وہ دست بدست ہو۔

دینار کی بجائے ہم قیمت درہم لینے میں یا اس کے برعکس میں مضائقہ نہیں:

(ابن عمرؓ) كنت ابيع الابل بالبقيع فابيع بالدنانير فآخذ مكانها الورق وابيع بالورق فآخذ مكانها الدنانير فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم فسألته فقال لا باس به بالقيمة۔ (لاصحاب سنن)

میں بقیع میں دینار کی قیمت سے اونٹنی بیچ کر اس کی بجائے درہم لیا کرتا تھا اور درہم کی قیمت لگا کر اس کی جگہ دینار لیتا تھا۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بیع کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ: دونوں کے دام میں تفاوت نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک اونٹ کا مبادلہ دو اونٹوں سے:

(ابن عمرو بن العاص) ان النبي صلى الله عليه وسلم امره ان يجهز جيشا فنفدت الابل فامره ان يأخذ على قلائص الصدقة فكان يأخذ البعير بالبعيرين الى ابل الصدقة۔ (لابي داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو کو ایک جیش تیار کرنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے چند اونٹنیاں بھاگ گئیں تو حضورؐ نے حکم دیا کہ: صدقے کے اونٹوں میں سے لیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے ایک اونٹ کے بدلے دو دو اونٹ لئے۔

ایک بڑے اونٹ کا مبادلہ بیس چھوٹے اونٹوں سے اور وہ بھی اُدھار:

(علیؓ) باع جملا له يدعى عصيفير بعشرين بعيرا الى اجل۔ (مالك)

حضرت علیؓ نے اپنا ایک اونٹ جس کا نام عصفیر تھا بیس بعیر (چار سال سے نو سال تک کے اونٹ)

کے عوض فروخت کیا۔ یہ عوض ایک میعاد کے بعد لینا طے ہوا تھا۔

ایک جانور کے عوض دو جانور نقداً نقد:

(جابرؓ) رفعہ: لا یصلح الحیوان اثنان بواحد نسیئۃ ولا بأس بہ یداً بید۔ (للترمذی)

ایک جانور کے عوض دو جانوروں کی بیع درست نہیں لیکن اگر دست بدست ہو تو کوئی حرج نہیں۔

قرض میں خوش دلی کے ساتھ تفاضل:

(ابن عمرؓ) استلف دراھم فقضی صاحبھا خیراً منھا فابیٰ ان یأخذھا قال ھذہ خیر من دراھمی فقال ابن عمر قد علمت ولکن نفسی بذالک طیبۃ۔ (مالک)

عبداللہ بن عمرؓ نے کچھ درہم قرض لئے اور جب ادا کئے تو اس سے بہتر درہم دئیے۔ اس نے لینے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ یہ میرے درہموں سے بہتر قسم کے ہیں۔ فرمایا: مجھے اس کا علم ہے لیکن میں خوش دلی کے ساتھ یہ دے رہا ہوں۔

ربا کی بدترین قسم:

(البراء بن عازب) رفعہ: الربوا اثنان وسبعون باباً ادناھا مثل اتیان الرجل امہ وان اربی الربا استطالۃ الرجل فی عرض اخیہ۔ (اوسط)

ربا کی بہتر (یعنی بے شمار) قسمیں ہیں۔ اس کا جو کم سے کم درجہ ہے وہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنا اور اس کی بدترین قسم اپنے بھائی کی آبرو پر ہاتھ صاف کرنا ہے۔

ربا کی سب سے معمولی قسم:

(ابوھریرہؓ) رفعہ: الربوا سبعون حوباً ایسرھا ان ینکح الرجل امہ۔ (قزوینی)

گناہ ربا کی ستر (بے شمار) قسمیں ہیں اور اپنی ماں سے نکاح کرنا اس کی سب سے کم درجے کی قسم ہے۔

خلاصہ۔ ربا (سود) کی ان تمام روایات کو پیش نظر رکھئے تو خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ:

(۱) دو مختلف جنسوں (مثلاً سونے اور چاندی) میں بھی مبادلہ دست بدست ہی ہونا چاہئے (روایت حضرت عمرؓ)

(۲) ربا صرف نسیہ یعنی اُدھار میں ہوتا ہے۔ (روایت ابن عباسؓ عن اسامہ)

(۳) دو ہم جنس چیزوں (مثلاً گندم اور گندم) میں تفاضل کے ساتھ مبادلہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ دونوں کی کوالٹی مختلف ہو اور معاملہ نقداً نقد ہو۔ (روایت ابن صامت)

(۴) کوئی چیز دینار کے حساب سے فروخت کر کے اتنے ہی کے درہم لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ اس کے برعکس کرنے میں۔ (روایت ابنِ عمرؓ)

(۵) زیادہ دام کی ایک چیز (مثلاً بڑا اونٹ) دے کر اسی جنس کی کم قیمت چیز (مثلاً چھوٹے اونٹ) زیادہ لے سکتے ہیں، خواہ اُدھار ہی کیوں نہ ہو۔ (روایت ابن عمرو بن العاص)

(۶) یہی صورت اگر نقدا نقد ہو تو بطریق اولےٰ جائز ہے۔ (روایت جابرؓ)

(۷) قرض کی واپسی میں خوش دلی کے ساتھ زیادہ دے دینا تفاضل نہیں۔ (روایت ابن عمرؓ)

نتیجہ۔ اب ان سب روایات کو ملا کر دیکھئے تو بات یہ سمجھ میں آتی ہے، کہ:

(۱) ایسا کوئی احمق نہیں جو ایک سیر گندم دے کر اسی نوعیت اور اسی قیمت کا ایک سیر گندم لے۔

(۲) یہ بھی کوئی نہیں کرے گا کہ جان بوجھ کر ایک سیر لے اور سوا سیر بالکل وہی گندم دے دے۔

(۳) ایسے مبادلے کی وجہ لامحالہ یہ ہوگی کہ:

(الف) ایک گندم مثلاً دس آنے سیر کا ہوگا اور دوسرا بارہ آنے سیر کا یعنی کوالٹی مختلف ہوگی۔

(ب) یا معاملہ ادھار (نسیئہ) کا ہوگا۔

اب دیکھئے:

پہلی صورت میں دس سیر عمدہ (یعنی بارہ آنے سیر والا) گندم دے کر معمولی (یعنی دس آنے سیر والا) گندم بارہ سیر لیا جائے گا، خواہ نقد ہو یا اُدھار۔ اس میں نہ کوئی ظلم ہے نہ سود۔ بلکہ یہاں دس سیر کے عوض دس سیر لینا سود لینے یا دینے میں شمار ہوگا۔

دوسری صورت یعنی اُدھار میں یہ شکلیں نکل سکتی ہیں کہ:

الف۔ یا تو عمدہ دس سیر کے عوض معمولی بارہ سیر لیا جائے گا۔

ب۔ یا زیادہ مثلاً پندرہ سیر۔

ج۔ یا برابر یعنی دس سیر۔

د۔ یا کم مثلاً آٹھ سیر۔

یہاں پہلی صورت میں نہ کوئی سود ہے نہ ظلم۔

دوسری صورت سود لینے کی ہے۔

تیسری صورت سود دینے کی ہے اگرچہ بظاہر دونوں ہموزن ہیں اور چوتھی علیٰ ہذا القیاس۔

یہی دوسری، تیسری اور چوتھی شکل ہے جس سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ مبادلہ کرنے والے ضرورتمند کا اس میں نقصان ہے۔
لیکن اس میں بھی بعض پیچیدہ شکلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً

وعدے کے مطابق تو دس سیر عمدہ گندم کے عوض بارہ سیر معمولی گندم ہی دینا چاہئے۔ لیکن فرض کیجئے ادا کرتے وقت

معمولی گندم کی قیمت چڑھ جاتی ہے اور وہ دس آنے کی بجائے بارہ آنے سیر ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں:

- وعدے کے لحاظ سے اسے بارہ سیر ادا کرنا چاہیئے۔

اور موجودہ بھاؤ کے لحاظ سے فقط دس سیر دینا چاہیئے۔

لیکن ان دونوں شکلوں میں ایک ایک پہلو ربا کا پیدا ہو جاتا ہے۔ گزشتہ عہد کے لحاظ سے بارہ سیر سے کم لینے میں سود دینے کا پہلو پیدا ہوتا ہے اور موجودہ بھاؤ کے لحاظ سے دس سیر سے زیادہ لینا سود لینے میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس چپقلش سے بچنے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ:

(۱) یا تو اُدھار کا معاملہ ہی ختم کر دیا جائے، نہ اُدھار ہو نہ جھگڑا سامنے آئے۔ پس جو کچھ ہو نقداً نقد اور دست بدست ہو۔ یہی مقصد ہے یداً بیدٍ کا۔ اس صورت میں تفاضل اسی وقت ہوگا جب دونوں جنسوں کی نوعیت و قیمت میں فرق ہو، اور یہ اوپر واضح ہو چکا ہے کہ یہ بلاشبہ جائز ہے۔

(۲) اور اگر اُدھار ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی:

(الف) بدلے میں ویسی ہی چیز دی جائے ناپ یا تول سے دی جائے یعنی دس سیر عمدہ گندم کے بدلے ویسا ہی دس سیر عمدہ گندم اور دس گز کپڑے کے عوض بالکل ویسا ہی دس گز کپڑا۔ یہی مطلب ہے مثلاً بمثل کیلاً بکیل وزناً بوزن سواءً بسواءٍ کا۔ اگر اس میں بھاؤ بدل جانے کی وجہ سے کمی بیشی کی گئی تو بلاشبہ یہ ربا ہوگا۔ اور یہی مطلب ہے والفضل ربوا کا۔

(ب) اور اگر دوسری نوعیت و قیمت کی چیز ادا کی جائے (مثلاً عمدہ گندم کے بدلے معمولی گندم، اور دونوں جنسوں کا بھاؤ دہی ہے جو مبادلے کے وقت تھا) تو اس بھاؤ سے ادا کرنا ہوگا۔ مثلاً دس سیر عمدہ گندم کے عوض بارہ سیر معمولی گندم۔ یہاں بارہ سیر میں کمی بیشی کرنا ربا ہوگا۔ لیکن اگر بھاؤ بدل گیا ہے تو وہی چپقلش سامنے آئے گی، جس سے بچانا مقصود ہے۔ اس کا صرف ایک حل ہے کہ ایسے حطرے میں پڑا ہی نہ جائے یعنی گندم کے عوض گندم (خواہ کسی نوعیت و قیمت کا ہو) لینے دینے کا معاملہ ہی نہ کیا جائے بلکہ اس کی بیع رقم یعنی سکوں کے عوض ہو۔ مثلاً خریدار کہے کہ "مجھے دس آنے سیر والا گندم دس سیر قرض دو جس کی قیمت سوا چھ روپے ہوتی ہے۔" اب یہی رقم واجب الادا ہوگی، اور اگر لینے والا راضی ہو تو اتنے ہی کا گندم یا اور کوئی چیز اس سے لے سکتا ہے۔

تمام احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع کے وقت وہی جنس کسی دوسری نوع (مثلاً عمدہ گندم کے عوض معمولی گندم) دینا ہو یا کوئی دوسری ہی جنس (مثلاً گندم کے عوض چھوہارے) دینا ہو تو یہ یداً بیدٍ یعنی دست بدست معاملہ ہو۔ اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ موجودہ بھاؤ دونوں طرف ملحوظ رہے گا۔ مثلاً سوا چھ روپے کا گندم دس سیر آتا ہے اور چھوہارے بارہ سیر، تو یہ تفاضل ربا نہیں ہوگا بلکہ عین مطلوب ہوگا۔ بلکہ تساوی کا ربا ہونا زیادہ قرین

قیاس ہے۔

اور اگر یہ معاملہ نقد نہ ہو بلکہ اُدھار ہو تو سودے کا معاملہ اسی جنس یا غیر جنس کے سودے سے نہ ہو بلکہ رقم یعنی سکّے کو اس کا ذریعہ بنایا جائے ورنہ بھاؤ کے اُتار چڑھاؤ سے کسی ایک فریق کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور پھر جھگڑے پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ سکّوں کی قیمت بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لیکن اس کا اثر خریدار و فروشندہ سب کی تمام چیزوں پر پڑتا ہے۔ یعنی اگر روپے کی قیمت کم ہو گئی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ قریباً تمام ضروریاتِ زندگی پر اس کا اثر پڑا ہے اور وہ نسبتہً مہنگی ہو گئی ہیں اور اگر روپے کی قیمت بڑھ گئی ہے تو چیزیں سستی ہو گئی ہیں۔ بخلاف اس کے اگر کپڑا یا کھجور ارزاں ہو جائے تو کوئی ضرور نہیں کہ دیا سلائی اور جوتا بھی اسی نسبت سے ارزاں ہو جائے، اگر دوسری چیز پر اثر پڑتا بھی ہے تو وہ بواسطۂ سکّہ پڑتا ہے۔

ہمیں تمام احادیث میں جو روح نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ "جنس مبادلہ" سودوں کو نہ بنایا جائے بلکہ ایسی چیز کو بنایا جائے جو خود سودا نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا ذریعۂ مبادلہ صرف رقم یا سکّہ ہی ہو سکتا ہے۔

البتہ ہمارے لئے یہ فیصلہ ذرا مشکل ہے کہ حجرین (سونے اور چاندی) میں کسی چیز کو معیار قرار دیا جائے؟ نبویؐ دَور میں اور خلفائے راشدین کے عہد میں یہ دونوں کچھ مخلوط سے معیارِ تقوّم معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن آج ہم ساری دنیا کے مقرّر کردہ معیار سے آسانی کے ساتھ قطع نظر نہیں کر سکتے۔ ہم جس ایریا سے تعلق رکھتے ہیں اس میں سونے (گولڈ اسٹرلنگ) ہی کو معیار بنانا پڑے گا۔

ربا کے سلسلے میں ایک ضروری نکتہ پیش نظر رکھنا چاہئے اوپر جو احادیث نقل کی ہیں ان میں یہ بھی موجود ہے کہ ربا کی کچھ اوپر ستّر (یعنی بکثرت) اقسام ہیں۔ حتیٰ کہ نکاحِ محرّمات اور کسی مسلمان کی آبروریزی بھی ربا ہی کی اقسام میں داخل ہیں۔ کچھ اقسام خرید و فروخت سے تعلق رکھتی ہیں، سب کو ملا کر دیکھئے تو یہ نظر آئے گا کہ ربا دراصل ایک ذہن ہے۔ ایک خاص رجحان اور مخصوص جذبۂ دروں ہے۔ یہ ایک ظلم ہے جو خود غرضانہ نفع اندوزی، یکطرفہ منافعے اور دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ یہ ضد ہے انفاق کی جو اسلام کی اخلاقی، معاشی اور معاشرتی زندگی کی بنیاد ہے۔ انفاق میں اپنا ایثار ہے دوسروں کے فائدے کے لئے اور ربا میں دوسروں کا نقصان ہوتا ہے اپنے نفعے کیلئے یہ خود غرضانہ ذہنیت صرف خرید و فروخت ہی میں نہیں ہوتی بلکہ زندگی کے تمام گوشوں پر پھیل جاتی ہے اور یہ جہاں اور جس رنگ میں بھی ہو گی ربا ہی کے کسی مرتبے پر ہو گی۔

قرض وغیرہ انسان کسی مجبوری ہی سے لیتا ہے۔ انسانیت اور اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ مجبوری میں مجبور کی اعانت و ہمدردی کی جائے، نہ کہ اس کی مجبوری سے کوئی ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے۔ قرآنِ پاک نے دو لفظوں میں ربا کے اس ذہنی رجحان کو یوں بیان فرما دیا ہے کہ لا تظلمون ولا تظلمون۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کوجس گوشۂ زندگی میں کوئی ایسی ذہنیت کارفرما نظر آئی وہیں فوراً اس کا نوٹس لیا۔ اس کے بعد کے ادوار میں نہ یہ ضروری ہے کہ کوئی جدید قسم کا ربوا نہ پیدا ہوا ہو اور نہ یہ لازم ہے کہ اُس وقت کی تمام قسمیں ایک ایک کرکے آج ضرور موجود ہوں۔

لاربوا الا فی النسیئہ (سُود صرف اُدھار میں ہوتا ہے) کا یہ مطلب نہیں کہ نقد میں سُود نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اس کے امکانات زیادہ تر اُدھار ہی میں ہُوا کرتے ہیں۔ یوں ہی سمجھئے کہ یداً بید کے یہ معنی نہیں کہ دست بدست اور نقداً نقد معاملہ ہو تو اس میں ربا نہیں ہوسکتا اس کے معنی فقط یہ ہیں کہ نقد میں اس کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ جہاں کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے یا وہ بیع عدل کے خلاف ہو یا یکطرفہ فائدہ مدِ نظر ہو یا اٹکل پچو بیع ہو یا اجتماعی نقصان ہو وغیرہ وغیرہ تو خواہ وہ نقد ہو یا اُدھار، سب ربا کی کسی نہ کسی قسم میں داخل ہو گی۔ بیع کی احادیث میں ان سب کی مثالیں موجود ہیں دیکھ لیجئے۔

مختصر یہ ہے کہ ربا وہ جذبہ ہے جس میں صرف اپنا خود غرضانہ نفع مدِ نظر ہو اور انفاق وہ جذبہ ہے جس میں دوسرں کا نفع مقصود ہو اور بیع (تجارت) وہ جذبہ ہے جس میں دونوں ہی کا نفع پیشِ نظر ہو۔ پس جس بیع میں پہلا جذبہ کارفرما ہو وہ ربا کی کوئی نہ کوئی قسم ہو گی۔ اور جس بیع میں دوسرا جذبہ ہو وہ انفاق ہو گا، اور جس بیع میں تیسرا جذبہ ہو وہ کسبِ حلال ہو گا۔ یہ اخلاقی رجحانات کی قسمیں ہیں محض لین دین نہیں۔ حدیث کے محض الفاظ کو پیشِ نظر رکھ کر خود غرضانہ نفع اندوزی کے حیلے تراشنا وعیدِ ربا سے نہیں بچا سکتا اور صرف الفاظ کی وجہ سے جائز نفع رسانی سے پرہیز کرنا کوئی تقوٰی نہیں۔ ہمارے نزدیک استحصال، مفت خوری، احتکار و اکتناز، ظلم، فریب وغیرہ کے ذریعے جو آمدنی ہو وہ دراصل ربا کی کسی نہ کسی قسم میں داخل ہے خواہ وہ کھلی بدمعاشی کی شکل میں ہو یا مذہب کی مقدس نقاب ڈالے ہوئے ہو۔

اسلام کا معاشی نظریہ

مصنفہ پروفیسر مظہر الدین صدیقی

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

اسلام اور مسئلہ زمین

مصنفہ پروفیسر محمود احمد

قیمت تین روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

منیجر ادارہ ثقافت اسلامیہ ۔ کلب روڈ ۔ لاہور